آزادی واخلاق میں باہمی رابطہ

محمد حسن رضا سیفی

خلاصہ

مقالہ حاضر "آزادی واخلاق میں باہمی رابطہ" کے عنوان سے تحریر کیا گیا ہے۔اس میں جو کچھ بھی لکھا گیا وہ اس اساسی اور بنیادی سوال "کیا آزادی اور اخلاق میں باہمی رابطہ پایا جاتا ہے؟" کا جواب ہے۔آج کل انسانی زندگی سماج و معاشرہ کی شکل میں بسر ہورہی ہے، دنیا اور اس میں پائے جانے والے مکاتب فکر کے درمیان دو طرح کی آزادی کا مفہوم پایا جاتا ہے ایک مطلق آزادی جسے مغربی کلچر یا بے دینوں نے پیش کیا ہے وہ ایک ایسی زندگی ہے جو حیوانوں سے مشابہ اور سماج و معاشرہ میں تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے، اور دوسرے قانون یا اخلاق کے سایہ میں آزادی ہے جسے اسلام نے پیش کیا ہے جس کا نتیجہ سماج و معاشرہ میں نشو نما اور امن و سلامتی ہے۔اب جیسی زندگی ہوگی ویسا سماج و معاشرہ ہوگا۔بنابریں، اسلامی اعتبار سے آزادی اور اخلاق میں ایک اٹوٹ رشتہ اور بہت گہرا رابطہ پایا جاتا ہے۔برخلاف مغربی کلچر کے، چونکہ مغربی یا بے دینداری کلچر اس نایاب جوہر سے خالی ہے جس کی وجہ سے ان کے یہاں آزادی اور اخلاق میں رابطہ نہیں پایا جاتا حالانکہ انسانی حقوق کے عالمی منشور وغیرہ بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ آزادی اور اخلاق میں ایک گہرا رابطہ پایا جاتا ہے۔اسی بناپر اس مقالہ کو تحلیلی۔توصیفی طریقہ سے تحریر کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے جس میں سب سے پہلے آزادی اور اخلاق کے معانی کو بیان کیا گیا ہے اس کے بعد آزادی بدون اخلاق کی بات کی گئی ہے اور اس کی تیسری اور اساسی بحث، آزادی اخلاق کے سایہ میں پیش کرنے کے بعد آخر میں نتیجہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: آزادی، اخلاق، رابطہ، اسلام

مقدمہ

آزادی اور اخلاق زندگی کے دو اہم عنصر ہیں اور ان دونوں کے درمیان ایک گہرا رشتہ پایا جاتا ہے اگرچہ بعض مکاتب فکر میں ان کے درمیان باہمی کشمکش اور رسا کشی پائی جاتی ہے، لیکن اسلامی نقطہ نگاہ سے آزادی، اخلاق اور قانون کے سایہ میں پروان چڑھتی ہے یعنی آزادی کے ساتھ اخلاق یا قانون میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ آزادی جنگل راج والی آزادی ہو کر سماج و معاشرہ کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

انسان کا ہنر یہ ہے کہ اپنے عاقلانہ ارادہ کے ذریعہ خواہشات کو قابو میں رکھے۔ ایسا نہ ہو کہ خواہشات کے زور میں انسان کا ارادہ بے بس ہو جائے۔ اور انسان ان خواہشات کو کسی طرح کنٹرول نہ کر سکے۔ کیونکہ اگر ایسا ہونے لگے تو انسان خواہشات کا غلام بن کر رہ جائے گا اور اس کی آزادی سلب ہو جائے گی۔ اسلام نے اس جگہ پر انسان کی رہنمائی کرتے ہوئے بیان کیا کہ ''مَنْ تَرَكَ الشَّهَوَاتِ كَانَ حُرّاً'' (ابن شعبہ حرانی، تحف العقول، ص۸۹؛ کراجکی، کنز الفوائد، ج۱، ص۳۴۹؛ شعیری، جامع الاخبار، ص۱۸۴؛ مجلسی، بحار الانوار، ج۷۴، ص۲۳۷) یہ ایسا اس لیے ہے کہ انسان اور حیوانوں کے درمیان کا امتیازی فرق پتہ چل جائے کیوں کہ انسان جب شہوتوں کا غلام بن جاتا ہے تو اس کی انسانیت اس سے سلب ہو جاتی ہے اور وہ حیوانوں کی صف میں چلا جاتا ہے، کیوں کہ انسان ہی اپنے عاقلانہ ارادوں کے ذریعہ اپنی شہوتوں کے اوپر لگام لگا سکتا ہے لیکن حیوان ہیں جو اپنی شہوتوں کے اسیر ہوتے چلے جاتے ہیں چونکہ یہاں عقل نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہوتی ہے۔

در حقیقت آزادی ایک الٰہی امر ہے۔ ہر شخص اسے اپنا فریضہ سمجھتا ہے کہ خدا نے جیسا اس سے چاہا ہے اسے وہ قبول کرے اور ساتھ ہی ساتھ اس امانت الٰہی کی حفاظت کرے۔ جو معاشرہ ہوس پرستی اور شیطان کی پیروی کو آزادی سمجھتا ہے وہ اسلام کے لیے پسندیدہ معاشرہ نہیں بن سکتا اور اسلام اسے انسان کی غلامی اور اسیری اور شقی ہونے کا سبب سمجھتا ہے نہ کہ آزادی۔ اور چونکہ اسلام انسان کی سعادت اور فلاح و بہبود چاہتا ہے، اس لیے اس نے اخلاق اور قانون کے ذریعے یعنی تشریعی طور پر اس کے شقاوت کا راستہ بند کر دیا ہے۔ لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے اور دوسروں کے دنیاوی منافع، مفادات اور اخروی مصالح کو خطرے میں ڈالیں۔ اس لیے اسلامی اخلاق، لوگوں کے رویے کو ان کے دنیاوی اور آخرت کے مفادات کے مطابق محدود کرنے اور ہدایت دینے کے لیے وضع کیے گئے ہیں، اور وہ سماجی اور انفرادی طرز عمل کا وسیع پیمانے پر احاطہ کرتے ہیں۔

آزادی کا فطری جذبہ جو قلبِ انسانی میں پایا جاتا ہے وہ مخلوقات کی بندگی سے آزادی کا جذبہ ہے اس لیے کہ حقیقت کے اعتبار سے اس کائنات میں اقتدار صرف اللہ تعالی کا ہے۔ مخلوقات کو کوئی اقتدار حاصل نہیں اس لئے یہ بالکل حقیقت ہے کہ انسان خالقِ حقیقی کے آگے سر جھکائے اور مخلوقات کے آگے اس کا سر نہ جھکے۔ جس کا مخلوقات کے آگے سر جھکتا ہے وہ غلامی کی زنجیر میں جکڑ جاتا ہے لیکن جو اللہ کو اپنا

معبود حقیقی سمجھ کر اس کے سامنے جھکتا ہے وہ دنیا اور آخرت کی آزادی کا مزہ چکھتا ہے۔ انسان کو ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ پروردگار عالم نے اسے آزاد خلق کیا ہے کسی کی غلامی کے لیے نہیں چنانچہ مولائے کائنات اپنی ایک وصیت میں ارشاد فرماتے ہیں: ''وَ لَا تَكُنْ عَبْدَ غَيْرِكَ وَ قَدْ جَعَلَكَ اللَّهُ حُراً'' (نہج البلاغہ، نامہ (وصیت)، ۳۱؛ ابن شعبہ حرانی، تحف العقول، ص۷۷۔) لہذا اسلام نے توحیدی بن کر اخلاق یا قانون کے ساتھ زندگی گزارنے پر تاکید کی ہے۔ اور یہی اخلاق یا قانون ہیں جو آزادی کو انسانی ہویت میں باقی رکھتے ہیں۔ اسی بنا پر یہاں پر ہم قانون سے صرف نظر کرتے ہوئے ''آزادی اور اخلاق کے درمیان باہمی رابطہ'' کے عنوان سے مقالہ کو آگے بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

۱۔ مفاہیم

پہلے لازم ہے کہ اس موضوع میں پائے جانے والے بنیادی الفاظ کی تشریح کر دی جائے تاکہ موضوع کے تجزیہ و تحلیل میں آسانی ہو سکے۔

۱۔۱۔ آزادی

لفظ آزادی ایک وسیع مفہوم کا حامل ہے جس کے معنی اور تعریف کو علماء و دانشوروں نے مختلف انداز میں اپنے اپنے سلیقے سے بیان کیا ہے۔ عربی میں آزادی کو حریت، عتق اور اختیار سے تعبیر کیا گیا ہے۔ فارسی اور اردو میں آزادی کو آزادی ہی کہتے ہیں۔ حقیقت میں لفظ آزادی، فارسی زبان کا لفظ ہے یہ فارسی سے اردو میں منتقل ہوا ہے اور اردو میں بھی اسی طریقے سے استعمال ہو رہا ہے۔ اردو ویکی پیڈیا کے مطابق لفظ آزادی ۱۷۹۴ء میں اردو بول چال میں منتقل ہوا تھا۔

ماہرین لغت نے آزادی کے کئی معنی بیان کیے ہیں۔ فارسی ڈکشنریوں میں قدرت انتخاب، رہائی، خلاف بندگی، عتق، حریت، اختیار، بے قید و بند ہونا (اکبر دہخدا، لغتنامہ، ج۱، ص۷۷؛ عمید، فرہنگ فارسی عمید، ص۱۵۱) جیسے معانی بیان ہوئے ہیں۔ عربی میں اس کا متبادل حر، حریت اور تحریر وغیرہ ہے اور حر کی جمع احرار ہے جس کے معنی خلاف العبد، من لم يجر عليه حكم الشئى (راغب اصفہانی، المفردات، ص۲۲۴) ضد العبد (راغب اصفہانی، المفردات، ص۲۲۴) خلاف العبد و الاسير (ملهوف، المنجد، ص۱۲۴) وغیرہ بیان ہوئے ہیں۔ اردو میں رہائی، چھٹکارا، خود مختاری، بیباکی (فیروز الدین، فیروز اللغات، ص۱۸) وغیرہ بیان ہوئے ہیں۔

آزادی کی اصطلاحی تعریف بھی متعدد دیکھنے کو ملتی ہیں جن میں سے بعض تعاریف کو ویکی فقہ سے نقل کیا جا رہا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ انسانی آرزوؤں اور خواہشوں کے حصول کی راہ میں رکاوٹوں کا نہ ہونا آزادی ہے تو بعض کا خیال ہے

کہ ترقی اور ارتقا کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا نہ ہونا آزادی ہے۔ بعض دوسرے کا کہنا ہے کہ کسی بھی عمل کو اس حد تک انجام دینے کا حق ہے کہ دوسروں کے حقوق پامال نہ ہوں۔ دوسروں کی من مانی مرضی سے محفوظ رہنے کو آزادی کہتے ہیں (ویکی فقہ، دانشنامہ حوزوی، ص۱)

شہید مطہری کے مطابق ترقی اور کمال تک پہنچنے کی راہ میں رکاوٹوں کا نہ ہونا آزادی ہے (مطہری، گفتارہای معنوی، ص۱۰)۔ علامہ محمد تقی جعفری نے آزادی کی تعریف کو معقول اور غیر معقول کے اعتبار سے بیان کیا ہے چننچہ ان کے مطابق آزادی یعنی انسان کے لیے کسی کام کو انجام دینے یا ترک کرنے کا دستر خوان لگا ہو اور ان میں سے دونوں یا ایک، کسی قدر و منزلت کے حامل ہوں یا قدر و منزلت کے برخلاف ہوں، لیکن جو چیز آزادی کو معقول یا غیر معقول کے سانچے میں ڈھالتی ہے وہ آزادی سے فائدہ اٹھانے سے متعلق ہے۔ اگر وہ کام مفید اور انسانی اصولوں اور قوانین کے مطابق تو اسے معقول آزادی کہا جاتا ہے۔ (میر احمدی، آزادی در فلسفہ سیاسی اسلام، ص۱۲۰)

ان تعریفوں کو اگر غور سے دیکھا جائے تو محسوس ہوگا کہ اکثر تعریفیں سلبی پہلو کے تحت ہیں اور بعض تعریف ایجابی پہلو کے تحت ہے، ان دونوں پہلووں کے تحت پیش کی گئی تعریفوں پر اگر ایک طائرانہ نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام میں مطلق آزادی نہیں ہے بلکہ قید کے ساتھ ہے اب وہ قید چاہے اخلاق کی صورت میں ہو یا قانون کی صورت میں یعنی بہترین آزادی وہی ہے جو قانون یا اخلاق کی شمعدان میں رہ کر سماج و معاشرہ میں ضوفشانی کرے۔ اور مطلق آزادی کا نتیجہ سماج و معاشرہ میں سوائے تباہی و بربادی کے اور کچھ نہیں ہے۔

۲۔ا۔ اخلاق

سماج و معاشرہ اور عرف میں اخلاق ایجابی پہلو بھی رکھتا ہے جسے اخلاق حسنہ یا اچھا اخلاق اور منفی پہلو بھی رکھتا ہے جسے اخلاق سیئہ یا برا اخلاق۔ جیسا کہ بعض اہل لغت نے مطلق خصلت، عادت اور صفات کو اخلاق کہا ہے (ملہوف، المنجد، ص۱۹۴؛ عمید، فرہنگ عمید، ص۹۰) بعض دوسری ڈکشنریوں میں اخلاق صرف اچھی عادت و خصلت کو کہا گیا ہے جیسے فیروز اللغات میں پسندیدہ عادتیں، اچھی خصلتیں، خوش خوئی، اچھا برتاؤ اور ملنساری (فیروز الدین، فیروز اللغات، ص۷۷۔) جیسے معانی بیان کیے گیے ہیں۔ مفردات کی عبارت سے بھی اچھی عادت و خصلت ہی سمجھ میں آتا ہے "الخلق بالقوی و السجایا المدرکۃ بالبصیرۃ (راغب اصفہانی، المفردات، ص۲۹۷) یعنی بصیرت کے سایہ میں جو صفات اور جو عادتیں متجلی ہوتی ہیں اسی کو اخلاق کہتے ہیں تو اب بصیرت کی قید سے تو واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ اچھی اور پسندیدہ خصلتیں ہی متجلی ہوں گی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ

وسلم کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے ''وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ '' (سورہ قلم، ۴۔)اس سے بھی صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اخلاق کا تبادر پسندیدہ اور بہترین خصلت و عادت کی طرف ہوتا ہے۔

اور اصطلاح میں اخلاق کی جو تعریف کی گئی ہے وہ تقریباً لغوی معنی ہی سے اخذ ہوئی ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے بیان کیا ہے:

''اخلاق اصل میں ایک عربی لفظ ہے جس کا واحد ''خُلق'' و ''خُلُق'' ہے۔اس لفظ کا معنی خصلت و عادت کے ہیں، چاہے وہ خصلت و عادت اچھی اور پسندیدہ ہو یا خراب اور ناپسند''۔(مصباح یزدی، فلسفہ اخلاق، ص۱۹؛ معلّی، فلسفہ اخلاق، ص ۱۴۔ ۱۳) بعض افراد نے اسلامی قید کے ساتھ یعنی اخلاق اسلامی کی تعریف اس طرح کی ہے:''اخلاق اسلامی ان اسلامی تعلیمات کو کہتے ہیں جو انسانی کردار کی فضیلتوں اور برائیوں کو بیان کرتی ہیں'' (موسوی بجنوردی، بررسی نقش اخلاق در فقہ و حقوق، او۲ ص ۱۲۸۵)

بعض دانشور نے ملکۂ نفسانی سے تعبیر کیا ہے: ''خلق، انسان کے اس نفسانی ملکہ کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان خاص افعال کو بغیر غور و خوض اور فکر و تامل کے بغیر انجام دیتا ہے' (علی خانی، آموزه های بنیادین علم اخلاق، ج۱، ص۱۵) ۔یہ بات یاد رہے کہ نفسانی ملکہ کا حصول کسی کے لیے بھی کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ کسی چیز کے حصول کی خاطر ایک مدت تک ممارست کرنی پڑتی ہے تب جا کر کہیں اس چیز میں اسے ملکہ حاصل ہوتا ہے۔اسی کے پیش نظر ابن مسکویہ نے بھی اخلاق کو نفسانی حالت (ابن مسکویہ، تہذیب الاخلاق، ص۵۱) اور فیض کاشانی نے نفس میں پائیدار صفات (فیض کاشانی، الحقائق، ص ۵۴) کو خُلق واخلاق سے تعبیر کیا ہے۔

ان تمام تعریفوں میں بہترین تعریف ''بصیرت کے سایہ میں جو صفات اور جو عادتیں متجلی ہوتی ہیں اسی کو اخلاق کہتے ہیں'' ہے؛ کیوں کہ با بصیرت انسان ہر کام کی گہرائی اور گیرائی کو دیکھتے ہوئے انجام دیتا ہے۔

مفاہیم آزادی اور اخلاق کے تجزیاتی اور تحلیلی گفتگو کے بعد یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مطلق آزادی کو اسلام نے منع کیا ہے چونکہ سماج و معاشرہ میں تباہی و بربادی کا سبب بنتی ہے جس کی وجہ سے اسے مقید ہونا ضروری ہے چاہے قانون کے ذریعہ یا اخلاق کے ذریعہ یہاں پر قانون کی بحث نہیں کرنی لیکن اگر اخلاق کے سایہ میں آزادی پروان چڑھے تو وہ سماج و معاشرہ ایک بہترین نمونۂ عمل بن جائے گا۔ یہاں پر یہ بھی عرض کر دیا جائے کہ جب بھی لفظ قانون کا استعمال ہوتا ہے تو اس سے شہری، صوبائی یا ملکی و بین الاقوامی قوانین کی طرف تبادر ہوتا ہے لیکن اس کا دائرہ وسیع ہے جس کا اطلاق اخلاقی قوانین کے اوپر بھی ہوتا ہے۔ یہاں پر مغربی دانشور ''کانٹ'' کی بات قابل تحسین ہے جسے اس نے آزادی واخلاق کے سلسلہ میں کہی ہے:

''آزادی یعنی اخلاقی قانون کے علاوہ ہر چیز سے آزادی۔'' (دژاکام، ۱۳۶۹ش، ص ۴) یعنی آزادی بدون قوانین اخلاقی معنی نہیں رکھتی، بنابریں، آزادی اور اخلاق کے درمیان تنگا تنگ اور ایک اٹوٹ رابطہ پایا جاتا ہے۔

۲۔ فقہی اعتبار سے آزادی اور اخلاق

فقہ میں مستقل طور پر نہ ہی آج کل کی اصطلاح والی آزادی کی گفتگو ہے اور نہ ہی اخلاق کی۔ آزادی کو ایک کلامی بحث ''طلب و ارادہ'' اور ''جبر و اختیار'' کے تحت بہت تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ فقہ میں آزادی کی بحث مختار ہونا اور مجبور نہ ہونا، وجوب تکلیف کی بحث میں ایک شرط کے عنوان سے پیش کیا جاتا ہے اور حقیقت میں دیکھا جائے تو اس کے علاوہ غلام کی بحث میں آزادی کو پیش کیا گیا ہے یعنی فقہ میں دو اعتبار سے آزادی کو بیان کیا گیا ہے ایک، دوسروں کے تسلط سے آزادی اور دوسرے غلامی سے آزادی۔ ان دونوں مباحث کو اکثر فقہا نے اپنی اپنی فقہی کتابوں میں الگ الگ ابواب میں پیش کیا ہے۔ اسی وجہ سے فقہ میں مستقل طور پر آزادی وغیرہ کی تعریف نہیں ملتی البتہ یہ یاد رہے کہ آج کل کی اصطلاح میں جس آزادی کے انواع واقسام کو پیش کیا جاتا ہے جیسے آزادی عقیدہ، آزادی بیان، آزادی قلم، آزادی تجارت، آزادی سیاسی، آزادی جنسی وغیرہ وغیرہ کے سارے احکام فقہی اعتبار سے ہی تنظیم ہوتے ہیں۔ چونکہ دنیا میں جتنے بھی موضوع پائے جاتے ہیں اس کا حکم واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح انہیں پانچوں کے اوپر تطبیق کرتا ہے اور اسے کے ذریعہ مکلّف کو کام انجام دینے یا نہ دینے کی گفتگو ہوتی ہے۔ اسی طریقہ سے اخلاق خود ایک مستقل موضوع ہے اس کے بھی موضوعات فقہی لحاظ (یعنی احکام خمسہ) ہی کے زمرہ میں آکر اپنے تکمیلی مراحل طے کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جس موضوع کے اوپر بھی قلم اٹھایا جائے تو اس موضوع کا ارتباط کسی نہ کسی جہت سے فقہ سے جا کر ملتا ہے۔

۳۔ آزادی بدون اخلاق

اسلام اور دوسرے بعض مکاتب فکر میں اسی بات کو لے کر ایک آپسی جنگ پائی جاتی ہے جسے سرد جنگ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسلام میں آزادی کی اہمیت، آزادی کا رشد و نمو اخلاق کے دائرہ میں ہے لیکن امریکہ اور مغربی ممالک میں آزادی بدون اخلاق ہے۔

برلین نے آزادی سے متعلق ایک کتاب تحریر کی ہے جس میں متعدد دانشوروں کے اقوال وغیرہ کو نقل کیا ہے اس میں سے اپنی بات کو تکمیل کرنے کے لیے صرف ایک دو کی طرف

اشارہ کیا جارہا ہے۔ مثال کے طور پر ہوبز آزادی کے سلسلہ میں کہتا ہے:

''آزادی کا مقصد یہ ہے کہ انسان ہر کام میں آزاد ہے چاہے جو بھی کرے (برلین، چہار مقالہ در بارہ آزادی، ترجمہ: محمد علی موحدی، ص۲۳۹) الوسیئس کا کہنا ہے کہ آزاد و آزادی یعنی: ''جو کسی بھی زنجیر میں پابند نہ ہو اور سزا کے خوف سے غلام کی طرح وہ نہ گھبرائے' (ایضا) خود برلن کا ماننا ہے کہ: ''آزادی یعنی انسانی خواہشات کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹوں کا نہ ہونا''

اصل میں مغربی آزادی کا فلسفہ اور اس کی بنیادی وجہ لبرلزم ہے۔ یہ اس بات کے قائل ہیں کہ جمہوریت ہو آمریت نہ ہو۔ حالانکہ یہ قانون ان کے یہاں موجبہ کلیہ کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ بعض چیزوں میں ایسا ہے اور بعض چیزوں میں ایسا نہیں ہے بلکہ دوسروے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ دل کو چاہنے اور پارلمینٹ میں پیش کرنے والی بات ہے۔ پورے مغربی ممالک کا تو ہمیں نہیں پتہ جیسے برطانیہ کو لے لیجے انہوں نے اپنی پارلمنٹ میں ہم جنس بازی کو قانونی حیثیت دے دی ہے جمہوریت کی بنا پر کہ ہم جمہوریت کے قائل ہیں عوام یہ چاہتی ہے حالانکہ یہ سب کہنے والی بات ہے عوام میں سبھی طبقے کے افراد ایسا تھوڑے ہی چاہتے ہیں بہر حال، میں نے اوپر عرض کیا کہ دل چاہنے والی بات ہے اور وہ بھی کچھ افراد کا نہ کہ جمہوریت کی بات ہے ورنہ یہ فیصلہ کیوں نہیں کرتے آزادی اور ڈیموکراسی کی بنیاد پر کہ ہیروئن کا استعمال اور محارم (ماں، باپ، بھائی، بہن، بیٹی اور بیٹا وغیرہ) سے شادی کی بھی اجازت دی جائے اور قانون پاس کر دیا جائے، لیکن ایسا نہیں ہے اور نہ کر سکتے ہیں، کیوں کہ سماج و معاشرہ کی تمام اخلاقی قدریں پامال ہو جائیں گی۔ اچھا ان سے پوچھا جائے کہ ایسا کیوں نہیں ہے تو ان کے پاس کوئی معقول جواب بھی نہیں ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مغربی ڈیموکریسی لیبرلزم کے فلسفے اور منطق میں کھوکھلا پن پایا جاتا ہے چونکہ ان کا کام دین اور اخلاق سے ہٹ کر ہے لیکن اسلام میں آزادی، دین اور اخلاق کے ساتھ ہے۔

مغربی ممالک نے اخلاق کی بنیادوں اور ان کی حیثیتوں کا جنازہ خود نکالا ہے اور یہ چیز انفرادی آزادی کو بے لگام کرنے کی وجہ سے ہوا ہے کہ ہر شخص جو چاہے کرے، جس طرح بھی وہ لذت حاصل کرنا چاہتا ہے جی بھر کے لذت حاصل کرے، اس بات نے سماج و معاشرے کو ثقافتی لحاظ سے تباہ و برباد کرکے رکھ دیا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ثقافت اور شخصیت کے لحاظ سے سخت بحران کا شکار ہے۔ امریکی سماج و معاشرہ، زندگی کے وسائل کی فراوانی، دولت و ثروت، سائنسی اور ٹکنالوجی ترقیوں کے باوجود معنوی فقر اور وحشتناک اخلاقی تہی دستی کا شکار ہے کہ ایسے جرائم اور ایک سے ایک ایسے وہاں مسلسل رونما ہو رہے ہیں جو معنویت اور دینداری سے دوری یا اس کے فقدان کا نتیجہ ہے۔

یہ جو لوگ دنیوی زندگی کے سیلاب لالچ میں بہہ کر روح کے لیے تکلیف دہ زندگی گزارتے ہیں اور اخلاقی برائیوں اور ناپسندیدہ صفات وغیرہ کے شکار ہو جاتے ہیں اس کی اصلی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے توحید کا دامن چھوڑ دیا ہے جو معنویت، اخلاق، قوانین و مقررات، یکجہتی وغیرہ وغیرہ کی دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ رہبر معظم بیان فرماتے ہیں:

”اسلام میں آزادی کا سرچشمہ توحید ہے، توحید صرف پروردگار عالم پر ایمان لانے کا نام نہیں ہے، بلکہ توحید، پروردگار عالم کے اوپر ایمان، طاغوت کا انکار، اللہ کی عبادت اور غیر خدا کی پرستش نہ کرنے کا نام ہے“ حقیقت یہ ہے کہ آزادی کے بارے میں اسلامی تعلیمات خداوند متعال کی عبادت اور اخلاقی اقدار کے تحفظ اور احترام کی صورت می جلوہ گر ہوتی ہے۔

اخلاق ہی ہے جو انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی، سیاسی زندگی ہو یا حکومتی وغیرہ وغیرہ سبھی کے طرز زندگی کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ جہاں بھی شہوت پرستی کا بازار گرم ہوا، اخلاقی برائیوں کا راستہ کھلا، وہاں خاندان کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور بے حیائی وغیرہ بام عروج تک پہنچ جاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باپ جب بیٹی کے کمرے میں اسے کھانا کھانے یا کسی دوسرے کام کی وجہ سے بلانے جاتا ہے تو اسے ایک اجنبی مرد کے ساتھ سوتا دیکھ کر آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں اور خود اسی کی بیٹی اپنے باپ سے ہی لڑنے لگتی ہے کہ آپ میرے کمرے میں آئے کیوں؟! اور اس کے بعد گھر میں ایک عجیب و غریب ہنگامہ!!

حالانکہ بہت سے مغربی دانشور ایسے ہیں جو اصلا مطلق آزادی کے خلاف ہیں جیسا کہ منٹسکو ئیو کا کہنا ہے:

”آزادی یعنی انسان کو ہر وہ کام کرنے کا حق حاصل ہے جس کی قانون نے اجازت دی ہے اور قانون جس چیز سے منع کرے اور اس کے مفاد میں نہیں ہے اسے انجام دینے کی ضرورت نہین، اس صورت میں اگر وی ایسا کرتا ہے جسے قانون نے منع کیا ہے تو پھر وہ آزاد نہیں ہے ہے“۔ (منٹسکو ئیو، روح القوانین، ترجمہ علی اکبر مہتدی، ص ۲۹۴)

اسی طرح کانٹ بھی مقید آزادی کا قائل ہے چنانچہ وہ کہتا ہے: ”آزادی کا مطلب یہ ہے کہ اخلاقی قانون کے علاوہ ہر چیز سے آزادی“۔ (دڑاکام، آزادی و دینداری، ص ۴)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مغربی ممالک میں بھی ہر کوئی مطلق آزادی کا قائل نہیں ہے۔ اچھا! یہ بات بھی عرض کر دی جائے کہ میری نظر میں کوئی بھی ملک یا کوئی بھی مکتب فکر مطلق آزادی کا قائل نہیں ہے ہر ایک کے یہاں قوانین و مقررات پائے جاتے ہیں مسئلہ بس اتنا ہے کہ کون کتنا اسے عملی جامہ پہناتا ہے یہ اپنے اپنے سلیقے اور قدرت کی بات ہے۔ اس کے علاوہ اسلام دشمنی میں بھی بعض نے آزادی کو جانوروں والی آزادی رواج دی ہے تاکہ اسلام کے مد مقابل حجاب، حیا اور عفت وغیرہ کا جنازہ نکالا جائے اور اسلام کو بدنام کیا جائے کہ اسلام میں آزادی نہیں پائی جاتی گھٹن کی زندگی ہوتی ہے۔ بیان کردہ باتوں سے بالکل صاف طور پر نتیجہ نکل کر سامنے آتا ہے کہ آزادی بدون اخلاق، سماج و معاشرے میں تباہی و بربادی لاتی ہے۔

۴۔آزادی اخلاق کے سایہ میں

گزشتہ بیان میں جیسا کہ عرض کیا گیا کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا مذہب اور مکتب فکر دکھائی نہیں دیتا جس کے یہاں آزادی نہ پائی جاتی ہو۔ فرق بس یہ ہے کہ بعض کے یہاں مطلق آزادی کا تصور پایا جاتا ہے تو بعض کے یہاں قید و بند کے ساتھ آزادی کا تصور پایا جاتا۔

جب ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں یہ ملتا ہے کہ جو لوگ یعنی جن جن مکاتب فکر میں مطلق آزادی کا تصور پایا جاتا ہے ان کے یہاں بھی تھیوری اور عمل دونوں میں آزادی مقید ہے حتی اس مکتب میں بھی جس کی اساس اور بنیاد ہی لیبر لزم ہے اس کے یہاں بھی صرف کہنے کی بات کی آزادی ہے ورنہ غور سے دیکھا جائے تو ان کی آزادی بھی مقید آزادی ہے کیوں کہ کوئی بھی شخص پوری دنیا میں کوئی ایک بھی حکومت ایسی نہیں دکھا سکتا جہاں لاقانونیت ہی لاقانویت ہو، اگر ایسا ہو جائے تو اس حکومت کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا اور ایک قدم بھی آگے بڑھنا ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہو جائے گا چونکہ ہر کوئی اپنی من مانی کرے گا تو تعارض اور ٹکراو ہوگا اور جہاں تعارض اور ٹکراو ہوگا وہاں تباہی و بربادی ہی تباہی بربادی نصیب ہوگی آبادی و تعمیر کا کوئی شائبہ باقی نہ بچے گا۔ لہٰذا کسی بھی حکومت یا کسی بھی سماج و معاشرہ کو تباہی و بربادی سے بچنا اور بچانا ہے تو آزادی کو بے لگام نہیں چھوڑنا ہوگا بلکہ اسے جہت دار بنانا ہوگا اسے بنانا اور سنوارنا ہوگا، اسے بالگام بنانا ہوگا۔

اب آزادی کو جو چیز بالگام بناتی ہے یا اسے جہت دار بناتی ہے یا اسے سنوارتی ہے وہ یا تو قوانین و مقررات ہیں یا اخلاقی پہلو ہیں۔ اخلاق یا قانون ہے جو آزادی کو رشد و نمو بخشتا ہے۔ رہبر معظم آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای فرماتے ہیں:

''اخلاق وہ نرم اور لطیف ہوا ہے کہ اگر یہ انسانی معاشرہ میں موجود ہو تو لوگ اس میں سانس لے کر صحت مند زندگی بسر کر سکتے ہیں۔'' (روز مبعث کی سالگرہ پر خطاب، ۲۹۔۴۔۱۳۸۸ش)

حقیقت یہ ہے کہ آزادی اخلاق کے سایہ میں پروان چڑھتی ہے۔ اپنے قارئین کے لیے یہاں پر ایک مثال پیش کرتا چلوں کہ فرض کیجیے ایک باغبان ہے جو ہر قسم کے پھل اور پھول اگانے کے لیے سخت اور رات ودن محنت کرتا ہے۔ زمین کھودتا ہے بیج بوتا ہے یا پودے لگاتا ہے اور اسے معیّنہ وقت پر پانی دے کر سیراب کرتا ہے اسی طریقہ سے معیّنہ وقت پر کھاد وغیرہ دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ درخت کھلی جگہ پر نہ ہو اور ہوا، سورج کی روشنی اور بارش کے قطرات اس تک نہ پہنچیں یا اس کی جڑیں مٹی کی تہوں میں آزادانہ طور پر نہ پھیلیں یا پتھروں یا دوسری چیزیں اس کے رشد اور نمو میں رکاوٹ بنیں تو باغباں کو نہ ہی کوئی پھول نصیب ہوگا اور

نہ ہی کوئی پھل بلکہ وہ بیج یا پودا تباہ و برباد ہو جائے گا، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان کے صلاحیتوں کے پھولنے پھلنے کے لیے جڑوں، تنوں اور پتوں کی آزادی ضروری ہے۔

لیکن بعض اوقات ان درختوں میں نامناسب اور اضافی شاخیں پیدا ہو جاتی ہیں یا حقیقی ترقی کی راہ سے ہٹ جاتی ہیں، تو باغباں اپنے باغبانی کی قینچی یا دوسرے اصلاح کرنے والے اوزار سے انہیں بدون مروت، بغیر رحم کیے ہوئے اسے کاٹ چھانٹ دیتا ہے۔ ایسا اس لیے کرتا ہے کہ درخت اور پودے کو جو اصلی طاقت اور قوت کی ضرورت ہے وہ اسے پہنچ سکے کوئی اضافی چیز اس میں رکاوٹ نہ بنے۔ یہاں پر کوئی بھی عقلمند شخص یہ نہیں کہتا یا اعتراض نہیں کرتا کہ درخت کو آزاد کیوں نہیں چھوڑ دیتے کہ وہ جیسے چاہے اگے اور بڑھے۔

اور یہ بھی کہ کوئی درخت ٹیڑھا ہو جاتا ہے تو اسے ایک لکڑی لگا کر سیدھا کرتا ہے تا کہ وہ سیدھا ہو سکے اور کوئی بھی عقل مند اس پر اعتراض نہیں کر سکتا کہ اسے کیوں باندھ دیا ہے؟ کیوں کہ وہ جواب میں کہتا ہے: پودے کو با سلیقہ بنانے اور اسے میٹھے پھل اور خوبصورت پھول دینے اور باغ کو خوشنما بنانے کے لیے اس کے ساتھ ایسا کرنا ضروری ہے!!

انسان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہے، اس میں انتہائی اہم صلاحیتیں ہیں کہ اگر اس کی صحیح رہنمائی کی جائے تو وہ مادی اور روحانی ترقی کی بلندی ترین سطحوں پر پہنچ سکتا ہے، وہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو اس طرح استعمال کرنے میں آزاد ہے، لیکن اسے ضائع کرنے میں آزاد نہیں ہے۔ اور نہ ہی اپنی صلاحیتوں کو ٹیڑھے راستوں میں تباہ و برباد کرنے کی آزادی ہے۔

اسلام اور دوسرے مکاتب فکر میں یہی اساسی فرق ہے اسلام آزادی کو دینی اخلاق کی شمعدان میں روشن کرتا ہے تو دوسرے مکاتب فکر آزادی کو بے دینی کی شمعدان میں جلانا چاہتے ہیں۔

مغربی کلچر نے خواہشوں اور لذتوں میں ڈوبنے کو آزادی جانا ہے تو اسلام نے اس کو آزادی نہیں بلکہ خواہشوں اور شہوتوں کی غلامی کا اسیر جانا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو خود ان لوگوں کے مطابق یہ شہوتوں اور خواہشوں کی زنجیر میں اسیر ہیں نہ کہ آزاد اور جو کسی بھی چیز کی غلامی اور اسیری میں مبتلا ہوتا ہے وہ آزاد نہیں رہتا اسلام کی تعلیمات آواز دیتی ہے: ''من ترک الشهوات کان حرا'' (کراجکی، کنز الفوائد، ج ۱، ص ۳۴۹؛ شعیری، جامع الاخبار، ص ۱۸۴) اسلام میں اس تعلیم کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان جب شہوتوں اور جنسی لذتوں کا غلام اور اسیر ہو جاتا ہے تو اس کی انسانیت مرحلہ اختتام کو پہنچ چکی ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں اس کے اور حیوانوں کے درمیان میں کوئی فرق نظر نہیں آتا، کیوں کہ دونوں کی آزادی میں بہت بڑا بنیادی اور اساسی فرق پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان آزادی میں اپنی عقل و خرد کا تابع ہوتا ہے لیکن حیوان اپنی آزادی میں عقل و خرد کا تابع نہیں ہوتا چونکہ ان

کے یہاں عقل و خرد کا تصور ہی نہیں ہے اور یہی چیز ہے جو انسان کو حیوان سے ممتاز بناتی ہے۔ حیوان اپنا ہر وہ کام بغیر ادھر اُدھر دیکھے کام انجام دیدیتا ہے چونکہ عقل و خرد سے خالی ہے اس کے علاوہ ان میں کسی طرح کی بھی نہ کوئی شرم ہے اور نہ ہی کوئی حیاء پائی جاتی ہے، یہی چیز جو ہے مغربی کلچر میں دیکھنے کو ملتی ہے، وہاں کی سڑکوں اور پارکوں میں علنی طور پر مرد اور عورت، لڑکے اور لڑکی کا شرم آور اختلاط اور حرکتیں ایسی ملیں گی کہ وجدان اور ضمیر پاش پاش ہو کر رہ جائے، اگر ان سے کوئی پوچھے کہ عوام کے سامنے چھوٹے بڑے، بچے بوڑھے سبھی کے سامنے ایسا کیوں ہے تو وہ کہیں گے کہ چونکہ وہ آزاد ہے اس کا دل کر رہا ہے، وہ اپنی خواہش کو پوری کر رہا ہے، وہ آزاد ہے۔ میری نظر میں اس طرح کی حرکتوں کو آزادی نہیں کہتے بلکہ حیوانوں والی زندگی سے مشابہ زندگی کہتے ہیں، اس لیے کہ حیوانوں کا کام بے عقلی، بے دینی، بے شرمی والا ہوتا ہے چونکہ ان تینوں چیزوں کا ان کے یہاں فقدان ہے اور انسان بھی اپنے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں خصوصیتوں اور چیزوں کا مصداق بن رہا ہے تو دونوں کی زندگی ایک دوسرے سے مشابہ اور مشترک ہوتی نظر آتی ہے لہٰذا انسان کو چاہیے کہ حیوانوں جیسا نہ بنے۔ مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''الْحَيَاءُ وَ الدِّينُ مَعَ الْعَقْلِ حَيْثُ كَانَ'' (اربلی، کشف الغمہ، ج۳، ص۲۹۶) یعنی جہاں عقل موجود ہوتی ہے وہیں حیاء اور دین ایک ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ اور حیوانوں میں عقل موجود نہیں ہوتی اسی وجہ سے ان کے یہاں دین اور حیاء کا بھی تصور نہین پایا جاتا لیکن انسان کو چاہیے کہ حد اقل جو چیز انسانوں کو حیوان سے ممتاز بناتی ہے اس کا استعمال ضرور کرے۔

اسلام میں آزادی اور اخلاق کے دو بحر متموج کا جب سنگم ہوتا ہے تو حیاء اور شرم جیسی بیش بہا موتی نکل کر سامنے آتی ہے جو فرد کے ساتھ ساتھ سماج و معاشرے کو بھی بیش قیمت بنادیتی ہے اور اسے توحیدی مشرب سے ملا کر اسے افضلیت کا تاج پہنادیتی ہے، چونکہ کوئی دیکھے یا نہ دیکھے اللہ ''بصیر بالعباد'' (سورہ بقرہ ۹۶) اور ''بصیر بما یعملون'' (سورہ بقرہ ۹۶) ''ان اللہ بما تعملون بصیر'' (سورہ بقرہ ۱۱۰) ہے جسے قرآن مجید نے متعدد مقامات پر استعمال کیا ہے۔ چنانچہ اسی پس منظر میں مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام کا ایک اور قول نظر آتا ہے جس میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

''أَفْضَلُ الْحَيَاءِ اسْتِحْيَاؤُكَ مِنَ اللَّهِ'' (لیثی واسطی، عیون الحکم والمواعظ، ص۱۱۳) یعنی انسان کی بہترین اور بافضیلت ترین شرم وحیاء اللہ تبارک وتعالی سے شرم وحیاء کرنا ہے۔ چونکہ وہ ہر آن اور ہر گھڑی ہمیں بھی دیکھ رہا ہے اور ہمارے اعمال پر بھی ناظر ہے،

آزادی اور اخلاق کے سنگم سے ایک اور بیش بہا موتی نکل کر جو سامنے آتی ہے اسے زہد کہتے ہیں۔ واقعا اگر مفہوم آزادی کو صحیح طریقہ سے کوئی سمجھ لے تو دنیا کی ہر چیز اس کے لیے آسان ہو جائے گی چونکہ اس نے خدا کو پہچان کر توحیدی مشرب کو اپنایا ہے

اور جو توحیدی مشرب کو اپناتا ہے وہ دنیا اور اس کے تمام تجملات سے اپنے کو آزاد کرلیتا ہے، وہ دنیا کا غلام نہیں بننا چاہتا وہ اپنے نفس کو دنیا کی غلامی سے آزاد کرکے خدا کی رضا حاصل کرنا چاہتا ہے چنانچہ مولائے کائنات ارشاد فرماتے ہیں:

''مَنْ زَهِدَ فِي الدُّنْيَا أَعْتَقَ نَفْسَهُ وَ أَرْضَى رَبَّهُ.'' (تمیمی آمدی، غرر الحکم، ص۶۴۰، حدیث۱۱۶۱؛ نوری، مستدرک الوسائل، ج۱۲، ص۴۷) یعنی جس نے دنیا کی رنگینیوں کو چھوڑ کر زہد جیسے اخلاقی پہلو کو اپنایا اس نے اپنے نفس کو آزاد اور اپنے رب کو راضی کر لیا۔ اور اس بات کو سبھی جانتے ہیں کہ جس نے اپنے رب کو راضی کر لیا تو وہ خود کو ''فاز فوزا عظیما'' (سورہ احزاب۔۷۱) کا مصداق بنتا ہوا نظر آئے گا اور اسی طریقہ سے ہر کوئی اپنی ذمہ داری ادا کرتا چلا گیا تو سماج و معاشرہ فساد اور تباہی و بربادی سے دور ہو کر امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے گا۔

بیانات مذکور سے آزادی اور اخلاق کا رابطہ بھرپور سمجھ میں آجاتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر عالمی قوانین کے اوپر بھی نظر دوڑائی جائے تو آزادی کے ساتھ اخلاق کو بھرپور سراہا گیا ہے جہاں پر آزادی کی بات کی گئی ہے وہیں پر قوانین و مقررات کے ساتھ ساتھ اخلاق کی بھی بات کی گئی ہے چنانچہ انسان کے عالمی منشور کے آرٹیکل نمبر ۲۹ کے بند نمبر ایک اور دو میں بیان ہوتا ہے:

In the exercise of his rights and freedoms, everyone shall be subject only to such limitations as are determined by law solely for the purpose of securing due recognition and respect for the rights and freedoms of others and of meeting the just requirements of morality, public order and the general welfare in a democratic society"

"ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں۔ کیونکہ معاشرے میں رہ کر ہی اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔ اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے یا جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامّہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لئے قانون کی طرف سے عائد کئے گئے ہیں۔"

(www.un.org/en/about-us/universal-declaration-of-human-rights,Article۲۹)

ان تمام بیانات سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ آزادی اور اخلاق میں بہت گہرا رشتہ پایا جاتا ہے اور انسانی آزادی وہ ہے جو اخلاق کے فانوس میں روشن و منور ہو، ورنہ آزادی بدون اخلاق حیوانی صفات کی عکاسی کرے گی۔ اور جب ایسا ہوگا تو انسانی زندگی کا معیار اپنی جگہ پر باقی نہیں رہے گا اور وہ ہوا و ہوس اور لذات دنیا میں اتنا مست و مگن ہوگا کہ بسا اوقات حیوان ہی نہیں بلکہ ''بل هم اضل سبیلا'' (سورہ فرقان۔۴۴) کا مصداق بن جائے گا۔

نتیجہ

بیان کردہ مطالب کی روشنی میں یہ بات واضح طور پر بیان کی جاسکتی ہے کہ آزادی اور اخلاق انسان کی زندگی میں دونوں اہم ضرورتوں میں سے ہیں۔ ان دونوں کا سنگم سماج و معاشرے کی ترقی اور پیشرفت میں ایک اہم رول ادا کرتا ہے۔ اسلام میں آزادی مشرب توحید سے متصل ہے جب کہ بعض دوسرے مکاتب فکر کے یہاں آزادی جنگل راج سے متصل ہے چونکہ کہ تقاضائے عقل کے مطابق انسان دین اور حیاء کو ایک ساتھ رکھتا ہے یعنی جہاں عقل پائی جاتی ہے وہاں دین اور حیاء دونوں ایک ساتھ پائے جاتے ہیں لیکن جہاں عقل ہی نہیں پائی جاتی وہاں نہ ہی دین کا تصور ہے اور نہ ہی حیاء کا تصور اور ان چیزوں کا فقدان صرف جانوروں میں ہوتا ہے پس اگر انسان کی زندگی ایسی ہی ہو جائے تو وہ جانوروں کے مانند کیاان سے بھی بدتر درجہ کا حامل ہو جاتا ہے۔ انسانی فطرت خیر پسند بھی ہے اور حقیقت پسند بھی۔ اس کی خیر پسندی کا تقاضا ہے کہ وہ نیکی کے راستے کو اختیار کرے، اسی طرح اسکی حقیقت پسندی اس کو آمادہ کرتی ہے کہ معبودِ حقیقی کے آگے اپنا سر جھکائے۔ توحیدی مکتب فکر انسان کو آزادی اور اخلاق دونوں کا درس دیتا ہے۔ انسان کا ہنر یہ ہے کہ اپنے ارادے کو ان خواہشات سے آزاد رکھے جو توحیدی راستے سے منحرف کردے۔ ایسا نہ ہو کہ خواہشات کے زور میں انسان کا ارادہ بے بس ہو جائے۔ اور انسان ان خواہشات کو کسی طرح محدود نہ کرسکے۔ کیونکہ اگر ایسا ہونے لگے تو انسان خواہشات کا غلام بن کر رہ جائے گا اور اس کی آزادی سلب ہو جائے گی۔

تمام اقسام زندگی میں چاہے انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی ہو یا بین الاقوامی زندگی، آزادی بدون اخلاق بے معنی ہے یعنی یہ اس پھول کے مانند ہے جس میں خوشبو نہیں پائی جاتی۔ پھول کی قدر اس وقت بڑھ جاتی ہے جب اس میں خوشبو پائی جاتی ہو اسی طریقہ سے آزادی کی بھی قدر اس وقت بڑھ جاتی ہے جب وہ آزادی اخلاق کی خوشبو سے سماج و معاشرے کی فضا کو معطر کرے۔

اسلام نے جہاں آزادی کو بیان کیا ہے اسی پیرائے میں اخلاق کو بھی بیان کیا ہے دونوں کا باہمی ارتباط سماج و معاشرہ کو جنت نظیر بناتا ہے اور دونوں کا عدم ارتباط جنگل راج کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ بنابریں، شرعی، عقلی اور عرفی وغیرہ کے اعتبار سے ان دونوں کے درمیان ایک اٹوٹ رشتہ پایا جاتا ہے۔

منابع

۱. قرآن مجید

۲. نہج البلاغہ

۳. ابن شعبہ حرانی، حسن ابن علی، تحف العقول، قم، جامعہ مدرسین، دوسرا ایڈیشن، ۱۴۰۴ھ۔

۴. ابن مسکویہ، احمد ابن محمد، تہذیب الاخلاق، تہران، مؤسسہ انتشارات عرفان، پہلا ایڈیشن، ۱۳۹۴ش۔

۵. ابن منظور، لسان العرب، بیروت، دار احیاء التراث العربی، پہلا ایڈیشن، ۱۴۱۶ھ۔

۶. اربلی، علی ابن عیسی، کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، تبریز، انتشارات بنی ہاشم، پہلا ایڈیشن، ۱۳۸۱ھ۔

۷. برلین، یسعیاہ، چہار مقالہ در بارہ آزادی، ترجمہ: محمد علی موحدی، تہران، انتشارات خوارزمی، پہلا ایڈیشن، ۱۳۶۸ش۔

۸. تمیمی آمدی، عبد الواحد ابن محمد، غرر الحکم و درر الکلم، قم، دار الکتب الاسلامیہ، دوسرا ایڈیشن، ۱۴۱۰ھ۔

۹. دژاکام، علی، آزادی و دینداری، تہران، انتشارات تأویل، پہلا ایڈیشن، ۱۳۶۹ش۔

۱۰. راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، بیروت، الدار الشامیہ، پہلا ایڈیشن، ۱۴۱۲ھ۔

۱۱. شعیری، محمد ابن محمد، جامع الاخبار، نجف، مکتبۃ الحیدریہ، پہلا ایڈیشن، بے تا۔

۱۲. شعیری، محمد بن محمد، جامع الاخبار، نجف، مکتبۃ الحیدری، پہلا ایڈیشن، بے تا۔

۱۳. علی خانی، محمد فتح، آموزہ ھای بنیادین علم اخلاق، تہران، انتشارات شہریار، پہلا ایڈیشن، ۱۳۷۹ش۔

۱۴. عمید، حسن، فرہنگ فارسی، تہران، مؤسسہ انتشارات امیر کبیر، چھٹا ایڈیشن، ۱۳۷۴ش۔

۱۵. فیروز الدین، فیروز اللغات، لاہور، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، پہلا ایڈیشن، ۲۰۰۵ء۔

۱۶. فیض کاشانی، محمد ابن شاہ مرتضی، الحقائق، قم، دار الکتب الاسلامی، دوسرا ایڈیشن، ۲۰۰۲م۔

۱۷. کراجکی، محمد ابن علی، کنز الفوائد، قم، انتشارات دار الزخائر، پہلا ایڈیشن، ۱۴۱۰ھ۔

۱۸. کراجکی، محمد ابن علی، کنز الفوائد، قم، دار الزخائر، پہلا ایڈیشن، ۱۴۱۰ھ۔

۱۹. لیثی واسطی، علی ابن محمد، عیون الحکم والمواعظ، قم، دار الحدیث، پہلا ایڈیشن، ۱۳۷۶ش۔

۲۰. مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، بیروت، دار احیاء التراث العربی، دوسرا ایڈیشن، ۱۴۰۳ھ۔

۲۱. مصباح یزدی، محمد تقی، فلسفہ اخلاق، قم، مؤسسہ آموزشی وپژوھشی امام خمینیؒ، تیسرا ایڈیشن، ۱۳۹۴ش۔

۲۲. مطہری، مرتضی، گفتارھای معنوی، قم، انتشارات صدرا، پہلا ایڈیشن، ۱۳۶۵ش۔

۲۳. معلّمی، حسن، فلسفہ اخلاق، قم، مرکز جہانی علوم اسلامی، پہلا ایڈیشن، ۱۳۸۴ش۔

۲۴. ملہوف، لوئیس، المنجد، بیروت، منشورات دار المشرق، تینتیسواں ایڈیشن، ۱۹۹۴ء۔

۲۵. منٹسکوئیو، روح القوانین، ترجمہ: علی اکبر مہتدی، تہران، انتشارات امیر کبیر، چھٹا ایڈیشن، ۱۳۴۹ش۔

۲۶. موسوی بجنوردی، کاظم، تہران، مؤسسہ فرہنگی انتشاراتی حیان، ۱۳۷۵ش، (پاکتیچی، احمد، اخلاق دینی، دایرۃالمعارف بزرگ اسلامی، ج۷)

۲۷. میر احمدی، منصور، آزادی در فلسفہ سیاسی اسلام، قم، بوستان کتاب، پہلا ایڈیشن، ۱۳۸۱ش۔

۲۸. نوری، حسین ابن محمد تقی، مستدرک الوسائل، قم، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام، پہلا ایڈیشن، ۱۴۰۸ھ۔

۲۹. ویکی فقہ، دانشنامہ حوزوی، مفہوم آزادی، https://fa.wikifeqh.ir۔

۳۰. https://ur.wikipedia.org

۳۱. https://urdu.khamenei.ir/news/۴۲۹۷

۳۲. https://www.taghribnews.com/

۳۳. https://farsi.khamenei.ir/newspart-index?tid=۱۷۲۶&p=۲